قرآن مجید اور سائنس

علامہ شیخ محسن علی نجفی

زمین

ماہرین جیالوجی اپنی سالہا سال کی تحقیقات کی روشنی میں اس نتیجہ تک پہنچے ہیں کہ زمین ابتدا میں ایک **آتشیں** کرہ تھی۔ اس کے بعد تدریجاً سرد ہونا شروع ہو گئی، پھر بارش کا دور شروع ہوا، اس کے بعد سبزہ اگنا شروع ہوا، چنانچہ قرآن مجید زمین کے ارتقائی مراحل کو اس طرح بیان کرتا ہے۔

والارض بعد ذلک دحاھا اخرج منھا مائھا و مرعھا

اس کے بعد زمین کو بچھایا، اس کا پانی اور اس کا چارہ نکالا۔ (۱)

اس آیت مبارکہ میں اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ پہلا مرحلہ زمین کی تخلیق و تکوین کا تھا، دوسرا مرحلہ دحو الارض کا اور تیسرا مرحلہ سبزہ اگانے کا تھا۔ زمین کے ارتقائی مراحل کو دوسری آیت میں یوں بیان کیا گیا ہے:

قل ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین و تجعلون لہ اندادا ذلک رب العالمین و جعل فیھا رواسی من فوقھا و بارک فیھا و قدر فیھا اقواتھا فی اربعۃ ایام سواء لسائلین

اور کہیے! تم اس خدا کے منکر ہو جس نے زمین کو دو روز میں خلق کیا۔ اور اس کے شریک ٹھہراتے ہو وہی تو سارے جہاں کا رب ہے۔ اسی نے زمین کے اوپر پہاڑ بنائے اور اسی نے زمین کو زرخیز بنایا اور اس نے چار روز میں حاجت مندوں کی ضرورتوں کے مطابق غذائیں مقدر فرمائیں(۲)

اس آیت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے پہلے زمین کو خلق فرمایا۔ اس کے بعد اس میں پہاڑ گاڑ دیئے۔ اس کے بعد زمین کو قابل سکونت بنا دیا اور پھر زمین پر بسنے والوں کے لئے خوراک پیدا کی۔

حرکت زمین

اللہ تعالیٰ نے زمین کی تخلیق کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

والارض بعد ذلک دحاها

اس کے بعد زمین کو حرکت دی۔ (۳)

مفسرین نے "دحو" سے مراد بچھانا لیا اور اسی مفہوم میں تفسیر و ترجمہ کیا ہے' کیونکہ قدماء کے لئے حرکت ارض ایک ناقابل تصور و توجیہ امر تھا۔ تاج العروس نے "دحو" کے معنی یہ لکھے ہیں۔

دحا السیل بالبطحاء رمی و المطر الداحی الذی یدحو الحصی عن وجه الارض بنزعه

یعنی سیلاب نے کنکروں کو دور پھینک دیا' اس بارش کو المطرالداحی کہتے ہیں جو کنکروں کو زمین سے اکھاڑ پھینکتی ہے۔

مجمع البیان میں ہے: **الدحی الرمی بقص** یعنی طاقت کے ساتھ دور پھینکنے کو الدحی کہتے ہیں۔ المنجد میں لکھا ہے۔ **دحی الحجر بیده رمی بیده** یعنی "دحی الحجر بیدہ" کے معنی یہ ہوئے ہیں کہ اس نے اپنے ہاتھ سے پھینک دیا۔ اس اعتبار سے مذکورہ آیت کے معانی یہ بنتے ہیں: اس کے بعد زمین کو حرکت دے دی۔ دوسری جگہ زمین کی حرکت کی طرف ایک لطیف اشارہ ملتا ہے۔

الذی جعل لکم الارض مهدا"

وہ وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے گہوارہ بنایا۔ (۴)

زمین کو گہوارہ کے ساتھ **تشبیهه** دیکر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ زمین انسانوں کے لئے گہوارہ ہے اس لئے کہ اس کی حرکت میں سکون' گردش میں لذت اور جنبش میں تنوع ہے۔ زمین کی حرکت کو مزید وضاحت کے ساتھ قرآن و سنت میں اس لئے بیان نہیں کیا گیا کہ قرآن ایک ایسے زمانے میں نازل ہو رہا تھا جس میں حرکت زمین کسی اعتبار سے بھی ناقابل فہم بات تھی' اگر لوگوں کی فکری سطح سے ہٹ کر کوئی مطلب بیان کیا جائے تو اصل مقصد سے ہٹ کر اسی بات کو سمجھانے' اس کا دفاع کرنے اور اس کی توجیہہ کرنے پر وقت اور توانائی صرف ہو جاتی ہے۔ چنانچہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا۔

کلم الناس علی قدر عقو لهم

لوگوں سے ان کی عقل و فہم کے مطابق بات کیا کرو۔

جنبش زمین

بارش اور پانی کی وجہ سے زمین میں شگاف پڑ جاتا ہے اور پودوں کی جڑیں زمین کی تہہ میں چلی جاتی ہیں' پھر ان جڑوں سے چھوٹی اور باریک شاخیں نکلتی ہیں اور ہر طرف پھیل جاتی ہیں۔ یہ بات بھی اپنی جگہ ایک امر مسلم ہے کہ پودے اپنی ضروریات کا پانچ فیصد زمین سے حاصل کرتے ہیں جبکہ باقی ضروریات ہوا سے لیتے ہیں۔ ان دو نکات کی طرف قرآن مجید کا کس قدر حیرت انگیز اشارہ ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

و تری الارض هامدة فا ذا انزلنا عليها الماء اهتزت و ربت و انبتت من کل زوج بهيج

اور تو زمین کو خشک حالت میں دیکھتا ہے اور جب اس پر ہم پانی برساتے ہیں تو یہ جنبش میں آ جاتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کے خوش نما نباتات اگاتی ہے۔ (۵)

پانی برسنے سے زمین میں دو کیفیتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ایک تو اس میں جنبش پیدا ہوتی ہے جس سے نباتات اگتے ہیں اور دوسرا زمین کے حجم میں اضافہ ہوتا ہے' چنانچہ زمین کے مساموں میں ہوا ہوتی ہے ان میں جب پانی داخل ہو جاتا ہے تو یہ ہوا زمین کے اندر چلی جاتی ہے' جس کی وجہ سے زمین میں جنبش کے ساتھ ساتھ اسکے حجم میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔

زمین در فضا

قرآن مجید ایسے زمانے میں نازل ہوا جس میں زمین کے بارے میں لوگوں کا نظریہ اس حد تک خرافاتی تھا کہ وہ عقیدہ رکھتے تھے کہ زمین گائے کے سینگ پر رکھی ہوئی ہے یا نہنگ کے پشت پر واقع ہے' ایسے ماحول میں قرآن ارشاد فرماتا ہے۔

ان اللّٰه يمسک السمٰوت والارض ان تزولا و لئن زالتا ان امسکهما من احد من بعده انه کان حليما غفورا

اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے اور اگر یہ دونوں اپنی جگہ سے ہٹ جائیں تو اس (اللہ) کے سوا کوئی نہیں روک سکتا۔ بے شک وہ بڑا بردبار اور بخشنے والا ہے۔(۶)

اس آیت میں **یمسک** کا لفظ آیا ہے جس کے معنی تھامنے اور روکے ہوئے کے ہیں۔ حضرت علیؑ نے اسی سلسلے میں فرمایا ہے۔

انشاء الارض فاسکها من اشتغال و ارساها علی غير قرار و اقامها بغير دعائم و حصنها من الاود و الا عوجاج و منها م التهافت و الانفراج

وہ زمین کو وجود میں لایا اور بغیر اس کام میں الجھے ہوئے اسے برابر روکے تھامے رہا اور بغیر کسی چیز پر لٹکائے ہوئے اسے برقرار کر دیا اور بغیر ستونوں کے اس نے قائم اور بغیر ستونوں کے اسے بلند کیا۔ کجی اور جھکاوے سے اسے محفوظ رکھا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرنے اور پھٹنے سے اسے بچائے رکھا۔ (۷)

الم نجعل الارض کفاتا احیاء و امواتا

کیا ہم نے زمین کو مردوں اور زندوں کو لیکر محو پرواز نہیں بنایا۔ (۸)

تاج العروس میں لکھتے ہیں **کفت الطائر وغیرہ یکفت کفتا و کفاتا ککتاب و کفیتا کامیر۔ اسرع فی الطیران** یعنی کفات' سرعت سے پرواز کرنے کو کہتے ہیں۔ صحاح اللغۃ میں لکھتے ہیں **الکفت السوق شدید** شدت سے چلانے کو کہتے ہیں۔ لسان المیزان میں لکھتے ہیں۔ **عدو کفیت و کفات ای سریع** تیزی سے دوڑنے کو عدو کفیت یا کفات کہتے ہیں۔ قدماء کے لئے زمین کی پرواز قابل فہم نہ تھی اس وجہ سے **کفات** کے معنی جمع کے لئے ہیں اور آیت کے یوں معنی کئے ہیں۔ کیا ہم نے زمین کو "مردوں اور زندوں کو سمیٹنے والی" نہیں بنایا؟ کفاتا" مصدر ہے یا مفعول مطلق ہے۔ فعل محذوف ہے یعنی **تکفت کفاتا**" اور **کفاتا" بمعنی اسم فاعل آ سکتا ہے' اس صورت میں احیاء و امواتا** حال بنے گا یا مفعول بہ یعنی زندوں اور مردوں کو لیکر پرواز کرنے والی زمین۔ البتہ **کفات** کے معنی جمع کے لئے جائیں تو اس میں زمین کی کشش کی طرف ایک لطیف اشارہ مل سکتا ہے۔

زمین کا انسانی اعمال ریکارڈ کرنا

قیامت کے دن زمین کی طرف سے انسانی اعمال کی گواہی اور انسان کے نفس اعمال کے مشاہدے کے بارے میں قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے۔

یومئذ تحدث اخبارھا بان ربک اوحی لھا

اس روز (زمین) اپنی ساری خبریں بیان کر دے گی۔ یہ اس لئے کہ آپ کے پروردگار نے زمین کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

اقراء کتابک کفی بنفسک الیوم حسیبا"

اپنا نامہ اعمال پڑھ ۔ اپنے حساب کے لئے تو خود ہی کافی ہے۔(۹)

قیامت کے دن انسان اپنے اعمال پر اسطرح آگاہ ہو جائیں گے گویا وہ اپنی فلم دیکھ رہے ہیں

قدماء کے لئے نفس عمل کے دکھائے جانے کا تصور ناقابل فہم تھا اس لئے انہوں نے تجسم عمل کے نظریئے کی تاویل کی اور کہا۔

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا" یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ

جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر بدی کی ہو گی
وہ اسے بھی دیکھ لے گا۔

اس سے مراد یہ ہے کہ عمل کی جزاء اور سزا دیکھے گا۔ خود عمل تو دنیا میں ہو چکا وہ دوبارہ دیکھنے کے قابل نہیں۔ حالانکہ قرآن میں اس آیت سے پہلے صراحتہ" کہا گیا لیروا اعمالھم تاکہ وہ اپنے اعمال کو دیکھ لیں۔ اس صراحت کی بھی وہ تاویل کرتے تھے کہ اعمال مجسم ہو کر سامنے آئیں گے۔

لیکن آج اس تاویل کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ آوازیں اور شکلیں فضائے زمین سے ناپید نہیں ہوتیں اور زمین انسانی حرکات و سکنات اور اقوال کو اپنے اندر ضبط اور محفوظ کر لیتی ہے۔ نیز ارشاد الٰہی ہے۔

و وجدوا ما عملوا حاضرا" و لا یظلم ربک احدا"

اور انہوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ (۱۰)

مفسرین نے یہاں بھی یہ تاویل کی کہ قیامت کے دن انسان کے اعمال مجسم ہو کر سامنے موجود پائیں گے۔ یہ تاویلات اس لئے ہوتی تھیں کہ قدیم علماء کے لئے یہ بات ناقابل فہم تھی کہ یہ زمین ایک کتاب ہے جس میں اعمال ثبت رہتے ہیں۔ سائنسدان اب اس کوشش میں ہیں کہ زمانہ گذشتہ کی آوازوں کو دوبارہ سن لیں۔ اس سے اب یہ بات واضح ہو گئی کہ انسان کا ہر عمل اس کتاب آفاق میں ضبط اور ثبت ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہے۔

و یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید

منہ سے کوئی لفظ نکلا تھا مگر اینکہ اس کے پاس ایک تاک میں لگا رہنے والا (ہر وقت) آمادہ ہے۔ (۱۱)

چنانچہ جب انسان اس آفاقی کتاب کا بروز قیامت مشاہدہ کرے گا تو کہے گا:

یا ویلنا ما لھذا الکتاب لا یغادر صغیرۃ و لا کبیرۃ الااحصاھا

ہائے بد بختی اس نامہ اعمال کی حالت عجیب ہے کہ اس نے نہ چھوٹا چھوڑا ہے نہ بڑا
سب کو درج کیا ہے۔ (۱۲)

انسان خود اپنے نفس اعمال کو قیامت کے دن کیسے دیکھ سکے گا؟ اس بات کو قرآن مجید نے بتا دی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

لقد کنت فی غفلۃ من ھذا فکشفنا عنک غطائک فبصرک الیوم حدید

تو قیامت کے دن سے بے خبر تھا سو ہم نے تجھ پر سے تیرا پردہ ہٹا دیا ہے تو آج تیری
نگاہ بڑی تیز ہے۔ (۱۳)

تجسم اعمال کی دوسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ سائنسی اعتبار سے جیسا کہ مادہ انرجی میں بدل جاتا ہے۔ انرجی بھی مادہ میں تبدیل ہو سکتی ہے۔ لٰہذا انسانی اعمال اگرچہ انرجی ہیں کل بروز قیامت یہ اعمال مادے کی صورت میں سامنے آئیں گے۔ چنانچہ بعض روایات سے بھی اس بات کا عندیہ ملتا ہے کہ انسانی تسبیح و تمجید جنت میں خشت وخاک کی صورت اختیار کر کے اس کے لئے قصرو محل تعمیر ہوگا۔

استخوان

جدید تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ ہڈیاں اعصاب پر براہ راست اثر ڈالتی ہیں اور تولید نسل میں ہڈیوں کا بڑا دخل ہے' ہڈیوں میں غذائی مواد کا ایک ذخیرہ جمع رہتا ہے جس سے جسم ہنگامی غذائی ضرورتیں پوری کرتا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ خون میں موجود سرخ جراثیم کی وجہ سے جسم انسانی میں خون فعالانہ کردار ادا کرتا ہے اور ہر منٹ میں ۱۸۰ ملین جراثیم ختم ہو جاتے ہیں۔ انکی جگہ تازہ جراثیم پیدا کرنے کی ذمہ داری ہڈیوں پر عائد ہوتی ہے۔

ہڈیوں سے بہت سے موروثی مسائل حل ہو جاتے ہیں' سائنسدان مردوں کی ہڈیوں سے ان کی عمریں' مرض' جنس' قد' نسل' جرم' غرض انکی زندگی اور ماحول وغیرہ کی پوری تاریخ کا مطالعہ کر لیتے ہیں۔ خالق ہڈیوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔

ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامه

کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہیں کریں گے۔ (۱۴)

وانظر الی العظام کیف ننشزها ثم نکسوها لحما"

اور ہڈیوں کا مطالعہ کرو۔ ہم انہیں کس طرح ترتیب دیتے ہیں اور پھر ان پر گوشت چڑھا دیتے ہیں۔ (۱۵)

عناصر کی مقدار

کائنات میں موجود عناصر ایک خاص مقدار کے تحت تشکیل پاتے ہیں' عناصر کی اپنی ذاتی تشکیل یا دوسرے عناصر کے ساتھ اتحاد دونوں باتیں ایک معینہ مقدار اور ایک آفاقی محکم قانون کے تحت انجام پاتی ہیں۔ عناصر کی تشکیل میں ایک جامع آفاقی نظام کے انکشاف کے بعد **سائنسدانوں** نے دیکھا کہ مختلف عناصر کے درمیان کچھ کڑیاں غائب ہیں۔ ان کو موجود ہونا چاہیں اور انکو تلاش کرنا چاہیے۔ چنانچہ بعد میں عین اس تسلسل کے مطابق جدید عناصر کا انکشاف ہوا اور تشکیل عناصر کے آفاقی نظام کے تحت کڑیاں مل گئیں۔ چنانچہ شمسی نظام کے تحت مشتری اور مریخ کے درمیان کڑیاں نہیں ملتی تھیں اور سائنسدانوں نے پیشگوئی کی تھی کہ ان دونوں سیاروں کے درمیان ایک اور سیارہ ہونا چاہیے اور ہے۔ تلاش کرنا چاہیے' چنانچہ بعد میں اس سیارے کا انکشاف ہوا اور کڑیاں مل گئیں۔

عناصر کے آپس میں اتحاد کے لئے بھی ایک محکم نظام کار فرما ہے کہ ایک پروٹون (PROTON) کے مدار میں آٹھ سے زیادہ الیکٹرون (ELECTRON) کی گنجائش نہیں ہوتی۔ لہٰذا اگر کوئی عنصر سات الیکٹرون پر مشتمل ہے تو اس کو اس عنصر کے ساتھ اتحاد کرنا ہو گا۔ جس کے مدار میں صرف ایک الیکٹرون ہے۔ اس طرح کائنات میں تمام عناصر کا اتحاد اس (**نظام هشتگانه**) کے تحت قائم ہے' عناصر کے موضوع میں نظام قدرت اور معرفت خالق کی ایسی نشانیاں موجود ہیں جن کا تفصیل کے ساتھ ہم یہاں ذکر نہیں کر سکتے۔ قرآن مجید نے اس آفاقی نظام اور اس کائناتی قانون کی طرف کس جامع اور لطیف انداز میں دو لفظوں میں اشارہ فرمایا ہے۔

و کل شئی عنده بمقدار

ہر شے اس کے نزدیک ایک معین مقدار کے ساتھ ہے۔ (۱۶)

اضافت

نیوٹن کی طرف سے زمین کی کشش کے انکشاف کے بعد یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ مطلق فوق اور تحت وجود نہیں رکھتے بلکہ یہ دونوں اضافتی مفہوم ہیں ایک جگہ کچھ لوگوں کے لیے تحت ہے اور عیناً" یہی جگہ دوسروں کے لئے فوق ہے لیکن آئن سٹائن نے نظریہ اضافت قائم کر کے یہ بھی ثابت کر دیا کہ دنیا میں ہر شے اضافتی ہے۔ یہ کائنات یک گونہ نہیں ہے بلکہ ہر شے اضافتی اور نسبتی ہے۔ منجملہ زمان بھی مطلق نہیں اضافتی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ اگر کوئی چیز نور کی سرعت سے زیادہ تیز رفتاری سے سفر کرے تو اس کا وقت اور دوسرے سفر نہ کرنا دونوں کا وقت مختلف ہو گا۔ بعض سائنسدانوں کی تحقیقات کے مطابق اگر فضائی مصنوعی سیارے یا راکٹ پر کوئی شخص نور کی رفتار سے سفر کرے تو اس مسافر کے صرف ۲۹ سال زمین والوں کے تین ملین (۳۰۰۰۰۰۰) سالوں کے برابر ہوں گے۔ (۱۷) قرآن مجید کی اس سلسلہ میں یہ آیت قابل توجہ ہے۔

یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرض الیه فی یوم کان مقداره الف سنة مما تعدون

آسمان سے زمین تک ہر امر کی وہی تدبیر کرتا ہے پھر یہ امر اس کے پاس پہنچ جاتا ہے ایک ایسے دن میں جو تمہارے شمارے کے مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ (۱۸)

نظام زوجیت

نزول قرآن سے پہلے یہ خیال عام تھا کہ زوجیت کا نظام حیوانات اور نباتات میں قائم ہے۔ قرآن کریم کے انکشاف کے تحت زوجیت ایک کائناتی نظام ہے اور ہر شے زوجیت پر قائم ہے۔ حتیٰ کائنات کی سب سے چھوٹی مخلوق ایٹم بھی اس قانون سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

و من کل شی خلقنا زوجین لعلکم تذکرون

اور ہم نے ہر چیز کو جفت جفت بنایا تا کہ تم سمجھو۔ (۱۹)

دوسری آیت میں عالم زوجیت کو تین مختلف عوالم میں تقسیم فرمایا

الف۔ عالم نباتات　　ب۔ عالم انفس　　ج۔ عالم مجہولات

ارشاد الٰہی ہے۔

سبحان الذی خلق الازواج کلها مما تنبت الارض و من انفسهم و مما لا یعلمون

پاک و منزہ ہے وہ ذات جس نے جوڑے پیدا کئے زمین سے اگنے والی چیزوں کے، خود ان لوگوں کے اور ان چیزوں کے جن کی انہیں خبر نہیں۔ (۲۰)

جدید سائنس نے ثابت کیا ہے کہ نر و مادہ ہر صنف میں موجود ہے یعنی حیوانات و نباتات کے علاوہ جمادات میں بھی موجود ہے۔ قرآن نے ایک مقام پر فرمایا اس چیز میں زوجیت موجود ہے اور دوسری آیت میں مزید اس کی عمومیت کو وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا کہ نظام زوجیت ان چیزوں میں بھی موجود ہے جنہیں انسان جانتے بھی نہیں ہیں۔

عالم غیر مرئی

یوں تو رب العالمین کی تفسیر میں بہت سے عالمین کا ذکر آتا ہے لیکن شاید ان سب میں سب سے اہم تقسیم عالم مرئی و عالم غیر مرئی کی ہو۔ عالم مرئی میں ہر وہ چیز آ جاتی ہے جو طبیعی آنکھوں یا خودبین کی مدد سے دیکھی جا سکتی ہے۔ عالم غیر مرئی تو شاید زیادہ پر اژدہام زیادہ پر رونق اور زیادہ شوروشین کا عالم ہے۔ ریڈیائی لہروں، کشش کی لہروں، رنگوں اور جراثیم کے علاوہ لاکھوں غیر مرئی موجودات اس کائنات میں موجود ہیں جن کا عشر عشیر بھی ابھی تک انسان کے حیطہ انکشاف میں نہیں آیا۔ قرآن عالم غیر مرئی کی طرف ایک خفیف سا اشارہ فرماتا ہے۔

فلا اقسم بما تبصرون و ما لا تبصرون

میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو اور ان چیزوں کی جنہیں تم نہیں دیکھتے ہو۔ (۲۱)

تسبیح ایک آفاقی فریضہ

ارشاد الٰہی ہے۔

و ان من شئی الا یسبح بحمده و لٰکن لا تفقهون تسبیحهم

اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو، البتہ تم ان کی

تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے ہو۔ (۲۲)

مفسرین نے یہاں ہر شئی کی تسبیح سے مراد ان چیزوں کا وجود ذات باری تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرنا اور ان کے وجود میں مضمر **حکمت الٰہیہ** لیا ہے' یعنی یہ کہ ہر چیز بزبان حال بتاتی ہے کہ ان حکمت آمیز اشیاء کا خالق ہر نقص و شرک سے پاک ہے۔ مگر یہ تفسیر چند وجوہ کی بناء پر قابل قبول نہیں ہے۔

۱۔ اس آیت میں فرمایا۔ **لا تفقھون تسبیحھم** تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔ اگر تسبیح سے مراد یہی تکوینی تسبیح ہے تو اسے ہم سمجھ رہے ہیں اور بیان کر رہے ہیں۔

۲۔ دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے کہ یہ اشیاء اپنی دعا و تسبیح کا علم رکھتے ہیں اگر تسبیح سے مراد تکوینی ہے تو خود اشیاء کو اپنی تسبیح کا علم حاصل نہیں ہونا چاہیے۔ ملاحظہ ہو یہ آیت

الم تر ان اللّٰہ یسبح لہ من فی السمٰوٰت والارض و الطیر صافات کل قد علم صلاتہ و تسبیحہ

کیا تجھے معلوم نہیں کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور پرندے بھی پر پھیلائے ہوئے تسبیح بیان کرتے ہیں۔ ان میں ہر ایک اپنی اپنی دعا اور تسبیح کا خوب علم رکھتا ہے۔ (۲۳)

۳۔ قرآن نے ان میں سے بعض کی تسبیح کا وقت بھی بتایا ہے کہ پہاڑ صبح و شام تسبیح پڑھتے ہیں۔ اگر تسبیح سے مراد تکوینی تسبیح ہو تو اس کا کوئی وقت نہیں ہوتا بلکہ تکوینی تسبیح تو غیر ارادی طور پر خود بخود ہوتی رہتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

انا سخرنا الجبال معہ یسبحن بالعشی والاشراق

ہم نے پہاڑوں کو بھی ان کے لئے مسخر بنا دیا تھا کہ ان کے ساتھ شام و سحر تسبیح کیا کرتے تھے۔ (۲۴)

اس سے معلوم ہوا کہ پہاڑوں کی تسبیح کے لئے وقت معین نہیں ہے اور معین وقت کی تسبیح بلا شعور نہیں ہو سکتی۔

صدر المتالھین کا نظریہ

اس عظیم فلاسفر کا نظریہ یہ ہے کہ انسان سے لیکر نباتات اور جمادات تک ہر شے میں کسی حد تک شعور و ادراک موجود ہے۔ البتہ کچھ تفاوت کے ساتھ۔ دلیل یہ ہے کہ موجودات میں جہاں مادیت کا پہلو قوی ہو گا وہاں حیات و شعور کا پہلو کمزور ہوگا اور جہاں مادیت کا پہلو کمزور ہو گا وہاں حیات و شعور کا پہلو قوی ہو گا۔ وہ اپنے اس نظریہ پر ذکر شدہ آیات سے استدلال کرتے ہیں۔

سائنسی نظریہ

جدید سائنسی تحقیقات بھی اس نتیجہ تک پہنچ چکی ہیں کہ پودوں میں شعور و ادراک موجود ہے۔ چنانچہ یہ بات ایک مسلمہ حقیقت بن چکی ہے کہ پودوں میں ڈر' خوشی' مستی اور دیگر طرح کا شعور موجود ہے اور امید کی جاتی ہے کہ مستقبل قریب میں اس سلسلہ میں مزید انکشافات ہوں گے اور قرآن ہر دور میں اپنا تازہ ترین معجزہ پیش کرتا رہے گا۔

فضائے آسمان

قرآن مجید نے خلاء کے بارے میں اس زمانے میں اشارہ فرمایا تھا جس زمانے میں لوگوں کو علم تک نہ تھا کہ وہاں اگر انسان صعود کر جائے تو کن حالات سے دوچار ہو گا۔ اس صدی کے انسان کو پتہ چل چکا ہے کہ انسان زمین سے جتنا بلند ہوتا جاتا ہے اتنی ہی ہوا رقیق سے رقیق تر ہوتی چلی جاتی ہے اور زیادہ بلندی پر جانے کی صورت میں آکسیجن کی کمی کی وجہ سے انسان کے لئے سانس لینا مشکل ہو جاتا ہے اور مزید بلند ہونے کی صورت میں تنگی نفس کی وجہ سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس بات کے معلوم ہونے کے بعد درج ذیل آیات کا مفہوم اور واضح ہو جاتا ہے:

فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام و من یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقا" حرجا کانما یصعد فی السماء

اللہ جس کسی کے لئے ارادہ کرتا ہے کہ اسے ہدایت نصیب کرے وہ اس کا سینہ اسلام کے لئے کھولتا ہے اور جس کے لئے وہ ارادہ کر لیتا ہے کہ اسے گمراہ رکھے اس کے سینہ کو وہ تنگ سے تنگ تر کر دیتا ہے جیسے اسے آسمان میں چڑھنا پڑ رہا ہو۔ (۲۵)

مواقع نجوم

ہم زمین کی محدود مسافتوں کے لئے میل' کلو میٹر اور فرسخ وغیرہ کو پیمانہ قرار دیتے ہیں لیکن لا متناہی کائنات میں پھیلے ہوئے بے شمار ستاروں اور کہکشاؤں کے فاصلے معلوم کرنے کے لئے ہمارے یہ محدود پیمانے نہایت ناکافی ہیں لہٰذا اس چیز کو پیمانہ قرار دیا گیا جو اب تک کی انسانی معلومات کے مطابق کائنات میں سب سے زیادہ تیز رفتار ہے اور وہ ہے نور یا روشنی کی رفتار۔ نور ایک سیکنڈ میں تین لاکھ کلومیٹر مسافت طے کرتا ہے اور سال میں ساٹھ کھرب ($6x10^{12}$) میل طے کرتا ہے اور ساٹھ کھرب میل کو نوری سال کہتے ہیں۔ سورج کا نور ہم تک آٹھ منٹوں میں پہنچتا ہے۔ ہم سے نزدیک ترین سیارے کا نور ہم تک چار سال نوری میں پہنچتا ہے۔ کچھ ستارے ہم سے تین سو نوری سال کے فاصلہ پر واقع ہیں اور کچھ اس سے بھی زیادہ فاصلہ پر ہیں۔ اس کے بعد کہکشاؤں کی باری آتی ہے' کچھ کہکشائیں ہم سے دو ملین کچھ دس ملین اور کچھ ایک سو ملین نوری سال کے فاصلہ پر موجود ہیں۔ اب تک تقریبا" ایک لاکھ ملین کہکشائیں کشف ہو چکی ہیں۔ ہر کہکشاں میں تقریبا" ایک لاکھ ملین ستارے

موجود ہیں۔ ایک لاکھ ملین کو ایک لاکھ ملین سے ضرب دینے سے ایک بے پناہ اعداد و شمار سامنے آتے ہیں۔ حال ہی میں ایک کہکشاں کا انکشاف ہوا ہے جو ہم سے پانچ ہزار ملین نوری سال کے فاصلہ پر موجود ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

فلا اقسم بمواقع النجوم و انه قسم لو تعلمون عظیم

مجھے ستاروں کے مقامات کی قسم ہے اگر تم جانتے ہوتے تو یہ بہت بڑی قسم ہے۔ (۲۶)

خدایا! ہم تیری عظمت اور تیری مخلوق کی عظمت کو کیا سمجھیں۔ جس حد تک ہم نے سمجھا اور جانا ہے واقعاً" یہ تیری بہت بڑی قسم ہے۔

آسمانوں کی زندہ موجودات

اگرچہ سائنسدانوں کو یہ توقع تھی کہ ستارہ مریخ پر زندگی کے آثار موجود ہو سکتے ہیں لیکن آج تک انسان کسی آسمانی زندگی کے بارے میں سوائے تخمین و داستان کے کچھ نہیں جانتا' قرآن نے پوری وضاحت کے ساتھ بتا دیا کہ آسمانوں میں زندہ موجودات ہیں:

و من آیاته خلق السمٰوٰت والارض و ما بث فیھما من دابة وھو علی جمعھم اذا یشاء قدیر

اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کے جانداروں کا پیدا کرنا ہے اور وہ جب چاہے ان کے جمع کرنے پر قادر ہے۔ (۲۷)

اس آیہ شریفہ میں مستقبل میں ان مخلوقات کے آپس میں ایک جگہ جمع ہونے کی پیش گوئی بھی ہے اور جب انسان آسمانی مخلوق سے آشنائی پیدا کرے گا اور وہ ایک دوسرے سے مل بیٹھیں گے تو اس وقت قرآن مجید (**و ھو علی جمعھم اذا یشاء قدیر**) کے جملوں کے ساتھ تازہ ترین معجزہ پیش کر رہا ہو گا۔

کائنات کی وسعت

یہ کائنات متناہی ہے یا غیر متناہی ہے ایک جدا بحث ہے لیکن اب تک انسان نے اس کائنات کی وسعت کے بارے میں جو کچھ علم حاصل کیا ہے وہ اگرچہ حقیقت کائنات کے مقابل میں تو ہیچ ہے لیکن پھر بھی کائنات کا ایک عظیم نقشہ ذہن میں آتا ہے کہ بعض کہکشائیں ایسی بھی ہیں جن کی روشنی ابھی ہم تک نہیں پہنچی یعنی کروڑوں سال سے یہ روشنی مسافت طے کر رہی ہے لیکن زمین تک ابھی نہ پہنچ سکی۔ اس کے علاوہ سائنسداں یہ بھی کہتے ہیں کہ کائنات کی کہکشاؤں میں وسعت پیدا ہو رہی ہے اور یہ کائنات ہمیشہ وسعت پذیر ہے اور ہر آن پھیل رہی ہے یعنی ایک کہکشاں دوسری سے دور ہوتی جا رہی ہے اور اس کے نتیجہ میں کائنات کی جسامت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

والسماء بنيناها بايد و انا لموسعون

اور ہم نے آسمان کو اپنی قدرت سے بنایا اور ہم مزید وسعت دینے والے ہیں۔ (۲۸)

مخمور آنکھیں

جب انسان کرہ باد میں پہنچ جاتا ہے تو آسمان نیلگوں دکھائی نہیں دیتا۔ جب کہ ہم زمین سے یہی مشاہدہ کرتے ہیں۔ آسمان پر پہنچنے والے انسان کو آسمان سیاہ رنگ نظر آتا ہے۔ اس میں رقص کناں روشنی انسانی آنکھوں کے لئے سحرزدگی کی کیفیت پیدا کر دیتی ہے۔

آسمان کی فضاؤں کے ایک حلقہ میں روشنی مختلف رنگوں میں رقص کر رہی ہوتی ہیں۔ دیکھنے والا محسوس کرتا ہے کہ آنکھوں کو جادو ہو گیا ہے۔ مسٹر آرتھر کلارک نے اپنی کتاب انسان اور فضا میں اس مطلب کو بیان کرنے کے لئے ایک باب باندھا ہے۔ بعنوان **حین خداعة تتعرض لهاالعین**۔ (۲۹) اس مطلب کو ذہن نشین کر لینے کے بعد یہ آیت پڑھئے۔

ولو فتحنا علیهم بابامن السماء فظلوا فیه یعرجون لقالو انما سکرت ابصارنا بل نحن قوم مسحورون

اگر ہم آسمان کا دروازہ ان پر کھول دیں اور وہ اس میں چڑھنے لگیں تو یہ کہیں گے کہ ہماری آنکھیں مخمور ہو گئی ہیں بلکہ ہم پر جادو کیا گیا ہے۔ (۳۰)

مادہ اولیہ

ارشاد الٰہی ہے:

و هو الذی خلق السمٰوٰت والارض فی ستة ایام و کان عرشه علی الماء

وہ وہی ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں بنایا جبکہ اس کی حاکمیت (عرش) پانی پر تھی۔ (۳۱)

عرش خدا

عرش خدا کا حاکمیت اور سلطنت کے معنوں میں لیا جانا ہی سیاق آیت کے ساتھ مناسب ہے۔ اس صورت میں **و کان عرشه علی الماء** کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کو عدم سے وجود نہیں بخشا گیا بلکہ ان کی تخلیق میں استعمال ہونے والا مادہ اولیہ پانی ہے اور اللہ آسمانوں اور زمین کو جب بنا رہا تھا تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور سلطنت پانی پر تھی۔

حضرت علیؑ سے سوال کیا گیا کہ عرش الٰہی کتنی مدت پانی پر رہا تو آپ نے فرمایا:

لو ان الارض من المشرق الی المغرب و من الارض الی السماء حب خردل ثم کلفت علی ضعفک ان تحمله حبة حبة من المشرق الی المغرب حتٰی

افنیته لکان ربع عشر جزء من سبعین جزء من بقاء عرش ربنا علی الماء قبل ان یخلق الارض و السماء ثم قال انما مثلت لک مثالا

اگر کرہ ارض مشرق سے مغرب تک اور زمین سے آسمان تک رائی کے دانوں سے پر کیا جائے اور تجھے اس ناتوانی کے باوجود یہ حکم مل جائے کہ تو ان رائی کے دانوں کو ایک ایک دانہ کر کے مشرق سے مغرب تک لیجائے تو ان دانوں کو ختم کرنے پر جو وقت صرف ہو گا وہ اس مدت کا 1.75 ہو گا جو آسمان و زمین کی خلقت سے پہلے عرش خدا کو پانی پر گزری ہے۔ (۳۲)

پھر فرمایا میں نے صرف ایک مثال پیش کی ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔

و خلق الشی الذی جمیع الاشیاء منه و هو الماء الذی خلق الاشیاء منه فجعل نسب کل شی الی الماء و لم یجعل للماء نسبا

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے وہ مادہ خلق فرمایا جس سے تمام چیزیں وجود میں آئیں اور وہ پانی ہے جس سے سب چیزوں کو خلق فرمایا۔ اس طرح ہر چیز کی تخلیق پانی سے ہوئی اور پانی از خود خلق ہوا ہے کسی چیز سے نہیں۔

حوالہ جات

۱۔ النازعات، ۳۱
۲۔ حم سجدہ، ۹۔۱۰
۳۔ النازعات، ۳۱
۴۔ طہٰ، ۵۳
۵۔ الحج، ۵
۶۔ فاطر، ۴۱
۷۔ نہج البلاغہ خطبہ ۱۸۴
۸۔ المرسلات، ۲۵۔۲۶
۹۔ بنی اسرائیل، ۱۴
۱۰۔ کہف، ۴۹
۱۱۔ ق، ۱۸
۱۲۔ کہف، ۴۹
۱۳۔ ق، ۲۲
۱۴۔ القیامہ، ۳
۱۵۔ البقرہ، ۲۵۹
۱۶۔ الرعد، ۸
۱۷۔ Mavtin Gardnov : Relativity for Million ترجمہ فارسی محمود مصاحب طبع تہران
۱۸۔ سجدہ، ۵
۱۹۔ الذاریات، ۴۹
۲۰۔ یٰسٓ، ۳۶
۲۱۔ الحاقہ، ۳۸۔۳۹
۲۲۔ بنی اسرائیل
۲۳۔ النور، ۴۱
۲۴۔ صٓ، ۱۸
۲۵۔ الانعام، ۱۲۵
۲۶۔ الواقعہ
۲۷۔ شوریٰ، ۲۹
۲۸۔ الذاریات، ۴۷
۲۹۔ MAN AND SPACE by Arthur c. clorke
۳۰۔ الحجر، ۱۵
۳۱۔ ھود، ۷
۳۲۔ البرہان، ۲/۲۰۸